Dareecha-e-Tahqeeq

دریچۂ تحقیق

ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972

VOL 4, Issue 3

www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

ڈاکٹر شازیہ رزاق

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

علامہ اقبال کے کلام کا نفسیاتی پہلو

Dr Shazia Razzaq

Urdu Assistant Professor Lahore College for Women University, Lahore

The Psychological Aspect Of Allama Iqbal's Poetry

The poetic work of Allama Iqbal introduces the readers to new aspects of thought. I ought not to prove Allama Iqbal as a great philosopher, reformer or a great scholar or poet because these characteristics of Iqbal's poetry are already recognized and proved. I must highlight psychological aspects arising from the Urdu poetry of Allama Iqbal in this article. The topics and thoughts relating to human psychology arising from the poetic works of Allama Iqbal seem to be based on sentiments, romantic, religious and philosophical concepts of his personality and life. Allama's poetry is a poetic expression of psychology and its aims. Allama Iqbal was conversant with the pulse and human psychology of his era.

Key Words: Iqbal, Psychology, sentiments, romance, religious, philosophy

کلیدی الفاظ: نفسیات، عرفان ذات، سائنسی مطالعہ،

علامہ اقبال کے کلام کا مطالعہ جب بھی کیا جائے یہ ہمیں نئے فکری زاویوں سے آشنا کرتا ہے مجھے اپنے اس مقالے میں علامہ اقبال کو فکر و فلسہ کا داعی یا بہت بڑا مفکر یا شاعر ثابت نہیں کرنا کیوں کہ یہ امر مستند ہے اور پایہ ثبوت سے ہم کنار ہے۔ مجھے علامہ اقبال کی اردو شاعری کے نفسیاتی پہلو کو اُجاگر کرنا ہے۔ علامہ کے کلام میں نفسیاتی عناصر کے حوالے سے جتنے مضامین اور تحریریں میری کوتاہ نظر میں ائیں اُن میں علامہ کی جذباتی اور رومانی زندگی اور خاص طور پر اسلام اور نفسیات کے حوالے سے اُن کے فلسفہ خودی یا خیر و شر کے تصور کو بنیاد بنایا گیا ہے، لیکن علامہ کا کلام علم نفسیات اور اُس کے مقاصد کا شعری اظہار ہے۔ اگرچہ علامہ اقبال "Stray Reflections" میں لکھتے ہیں:

''ماہر نفسیات تیرتا اور شاعر غوطے لگاتا ہے''۔1

.The Psychologist swims, the poet dives

مگر علامہ اقبال کی صورت میں نفسیات دان اور شاعر ایک ہی شخصیت کے روپ میں ڈھل جائیں تو پھر فن شعر کے ذریعے نفسیات کی سطحیت بھی گہرائی و گیرائی سے آشنا ہو کر مکمل ہو جاتی ہے۔ علامہ کے کلام میں فطرت، رومان، فلسفہ، مذہب، حکمت، سیاست، معاشرت، جوش، لگن، انقلاب، تہذیب، تاریخ فن، انفرادیت اور اجتماعیت غرض اتنا کچھ ہے کہ اُن کی اہمیت مستند و مسلم ہے۔ وہ اپنے عہد کے نبض شناس اور نفسیات شناس بھی تھے۔

ولیم جیمز نے نفسیات کو ''حیات ذہنی کا علم'' کہا ہے۔2

نفسیات کو رویوں اور عقلی زندگی کے سائنسی مطالعہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ علم نفسیات کے عموماً چار مقاصد بیان کیے جاتے ہیں۔(1) بیان کرنا،(2) وضاحت کرنا،(3) پیش گوئی کرنا،(4) کردار کو بدلنا۔

گویا ایک ماہر نفسیات کسی بھی فرد میں موجود کسی نفسیاتی مسئلے کو بیان کرتا ہے اور اُس سے جڑے تمام حقائق کی وضاحت کرتا ہے۔ پھر آنے والے وقت کے حوالے سے متعلقہ فرد کی شخصیت اور ماحول سے متعلق پیشنگوئی کرتا ہے یوں اس پورے عمل کے نتائج، کردار کی تبدیلی کی صورت میں سامنے آتے ہیں:

''نفسیات کا فن ذہن کے عمل سے بحث کرتا ہے مختلف مہیجات و محرکات (ہیجان و حرکت میں ہونے والی چیزیں) اور جذبات ذہن پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں اور اس اثر اندازی کے جواب میں ذہن کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے اور کیوں ہوتا ہے؟ یہ تمام مباحث نفسیات سے تعلق رکھتے ہیں جب علم النفس کا طالب جذبات، جبلت اور جبلی ردِ عمل کی بحثوں اور نظریوں کے نیم تاریک جنگلوں سے گزر جاتا ہے تو مابعد الطبیعیات کے اسرار و رموز کی انجان دنیائیں شروع ہوتی ہیں''3

انسان میں عرفان ذات کے بعد جب یہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ وقت اور کائنات میں چھپے حقائق کو کھلی آنکھ سے جانچنے لگے تو اس کی تکمیل عمل میں آتی ہے۔ انسانی وجود کی تشکیل و تکمیل اُسے ایسی مثبت تبدیلیوں سے ہم کنار کرتی ہے کہ کیا اس کا وجود اور کیا اس کا ماحول ہر دو حوالوں سے ترقی اور کامیابی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

علم نفسیات کی وساطت سے آج انسان اور اس کے تشخص کے ساتھ ساتھ معاشرے میں اس کے فعال اور مثبت کردار کے حوالے سے سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

علامہ کے کلام کا مطالعہ بھی ہمیں علم نفسیات کے اسی عمل سے گزارتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک فرد کی شخصیت، ان تمام مدارج سے گزرتی ہوئی مثبت تبدیلیوں سے ہم کنار ہو رہی ہے۔ علامہ کے سامنے ایک فرد نہیں بل کہ ایک قوم کا تشخص، مریض کی شکل میں موجود تھا وہ یہ جانتے تھے کہ ایک قوم کی تقدیر کو اُس کے افراد کے مضبوط اور صحت مند کردار ہی کے وسیلے سے بدلا جا سکتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے کہا:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا4

افراد کا اتحاد کسی قسم کی طاقت میں ڈھلتا ہے۔ صحت مند ذہن، صحت مند معاشرے کو جنم دیتے ہیں۔ ایک فرد کی مضبوط شخصیت قوم کی اجتماعیت کی ٹھوس بنیاد ہے۔ ولیم جیمز نے ایک جملہ لکھا ہے:

''جس چیز کو سیرت کی کمزوری کہتے ہیں اس کا یہی مطلب ہے کہ ایک شخص اپنے ادنیٰ نفس کے تقاضوں اور اپنی راحتوں کو قربان نہیں کر سکتا''۔5

اپنے نفس کے تقاضوں اور راحتوں کا یہ ایثار ہی انسان کو مضبوط بناتا ہے اور جب کسی قسم کے افراد میں ایسی مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے تو اس قوم میں انقلاب برپا ہو جاتے ہیں۔ یہ انقلاب اجتماعیت اور انسانیت کے حوالے سے رونما ہوتا ہے اور ایسے انقلابات ہی کسی قوم کے افراد کو اُس ازلی حقیقت سے وصال نصیب کرتے ہیں جس کا حکم قرآن دیتا ہے:

''قرآن مجید کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنے اندر گوناگوں روابط کا ایک اعلیٰ اور برتر شعور پیدا کرے جو اس کے اور کائنات کے درمیان قائم ہیں''۔6

یہی شعور ایک کامل انسان کو تشکیل دیتا ہے۔ علامہ نے لکھا ہے:

"It is the weak man who endures fate with its sting. The strong man exploits his misfortunes, in as much as he enhances the force of his soul by maintaining an attitude of total indifference to them"7

علامہ اپنے کلام میں شخصیت کی تعمیر کے خواہاں ہیں ایک فرد کی شخصیت کی مضبوطی اور ارتقاء میں پوری قوم کی ترقی اور استحکام کی ضمانت ہے۔ اسی لیے ایم ڈی تاثیر کے الفاظ ہیں:

"personality is the touchstone of Iqbal's ethics and the corner-stone of his whole philosophy of life. That which feeds selfhood is good that which devours personality is evil. The self is

unlimited in potentiality and its evolution is unbounded by physical limitations. and the epitome of creation is the ideal man Mard-e-Kamil who absorbs God in himself"’.8

خالق، خلق اور تخلیق کے ساتھ ساتھ عمل تخلیق کے اس دائرے فرد کا وجود اہمیت اختیار کر جاتا ہے چنانچہ علامہ بھی کہتے نظر آتے ہیں:

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو کھیتی بھی تو باراں بھی تو حاصل بھی تو
کانپتا ہے دل ترا اندیشہ طوفاں سے کیا
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو
دیکھ آکر کوچہ چاک گریباں میں کبھی
قیس تو، لیلیٰ بھی تو، صحرا بھی تو، محمل بھی تو9

شخصیت کو فکر و مذہب کی اساسی خصوصیت بھی کہا گیا ہے۔ علامہ فرد کی شخصیت کی تعمیر و ترقی چاہتے ہیں اسی لیے وہ انسان کے وجود کو اپنے کلام کی بنیاد بناتے ہیں کیوں کہ جب انسان اپنی حقیقت سے آشنا ہوتا ہے تو اسرار کائنات کھلنے لگتے ہیں۔ خالق اور مخلوق کے درمیان حائل تمام پردے ہٹ جاتے ہیں اور ازلی و ادبی حقیقتیں آشکار ہونے لگتی ہیں۔

علامہ ایک ماہر نفسیات دان کی طرح فرد اور قوم کے زوال آشنا ہونے اور مختلف امراض روحانیہ کا شکار ہونے کے حقائق نہ صرف بیان کرتے ہیں بل کہ ان کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

رہزن ہمت ہوا ذوق تن آسانی ترا
بحر تھا صحرا میں تو، گلشن میں مچل خو ہوا
اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی
چھوڑ کر گل کو پریشان کاروانِ بُو ہوا
رہزن ہمت ہوا ذوقِ تن آسانی ترا
بحر تھا صحرا میں تو، گلشن میں مثل جو ہوا
اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت کبھی تھی
چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروانِ بو کو
آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا
کیوں چمن میں بے صدا مثل رم شبنم ہے تو
لب کشا ہو جا، سرودِ بربط عالم ہے تو10

غور طلب بات یہ ہے کہ علامہ کی نفسیات شناسی محض مسلمانوں تک محدود نہیں بل کہ اپنے عہد کے ہر طبقہ اور فرقے، ہر مذہب کے انسان سے جڑی ہے، وہ انسان طاقت ور انگریز ہوں یا عیار ہندو، کم فہم مسلمان ہوں یا جہاں دیدہ فلاسفر زاور عالم، ملکی و غیر ملکی سیاستدان ہوں یا نام نہاد ملا و واعظ، ان کی باریک بینی نے ہر حوالے سے اپنی اہمیت کو منوایا مثلاً مارچ 1907ء میں لکھی گئی یہ غزل:

دیار مغرب کے رہنے والو، خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ ابزر مسلم عیار ہو!
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا
سفینہ برگ گل بنالے گا قافلہ حور ناتواں کا

ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے ڈر اہو گا 11

ایک مریض قوم کے انقلاب کے حوالے سے پیش گوئی ان کی نفسیات شناسی کی دلیل ہے۔ اسی لیے وہ برملا کہہ اٹھتے ہیں:

اے پیرِ حرم رسم ورہِ خانقاہی چھوڑ

مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا

اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت

دے ان کو سبق خود شکنی وخود نگری کا 12

علم نفسیات کے حوالے سے یہ کہا جاتا ہے کہ

Be mindful of your self talk it's a conversation with universe.

علامہ کی شاعری میں جابجا اس کی تجرباتی اور نظریاتی مثالیں موجود ہیں وہ خود کائنات کے مختلف مظاہر سے ہم کلام ہوتے ہیں اور ہم کلامی کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ کیوں کہ ''سکوت لالہ وگل سے کلام'' کے نتیجے ہی میں انسان اپنی حقیقت سے آشنا ہوتا ہے اور تسخیر کائنات کا نسخہ بھی یہی عمل ہے۔ تسخیر کائنات کے لیے تسخیر ذات بھی ضروری ہے اور علامہ اس حوالے سے کہتے ہیں:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن 13

اپنے وجود کا ادراک ہی دراصل زندگی کا ادراک ہے اسی میں فرد کی ترقی اور قوم کا ارتقا پنہا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں علامہ یقین کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ علم نفسیات کے حوالے سے بھی یہ کہا جاتا ہے کہ

Beleive and become what you beleive, you can write your destiny daily.

علامہ بھی اپنی تقدیر کو خود لکھنے اور بدل دینے کی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے یہ پیغام دیتے ہیں:

خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں

آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں

جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں

جنت تری پنہاں ہے ترے خون جگر میں

اے پیکر گل کوشش پیہم کی جزا دیکھ

یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے 14

علامہ کے نزدیک زندگی کی قوت پنہاں اِسی یقین سے عبارت ہے اور یہ یقین، عشق کی دین ہے وہ عشق جو آداب خود آگاہی سکھاتا ہے اور جو غلاموں پر اسرار شہنشاہی کھول دیتا ہے جو مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے:

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ

پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے

زندگی کی قوت پنہاں کو کر دے آشکار

تا یہ چنگاری فروغ جاوداں پیدا کرے 15

علم نفسیات کے حوالے سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:

What you think it happens and you create yourself daily.

علامہ بھی اپنے زمانے کے فرد کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ اپنی سوچ اور عمل کو یقین کی قوت عطا کر کے، اپنی ذات کی تخلیق از سر نو کر سکتا ہے اور یہ انقلاب عشق کے بغیر ممکن نہیں۔ طبیعت میں ''قابلیت'' کا عنصر ہونا لازمی ہے ورنہ تربیت بھی بیکار ہے۔

فرد کی شخصیت کی اہمیت سے خود اقبال باخبر تھے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''شخصیت انسان کا عزیز ترین سرمایہ ہے لہٰذا اسے خیر مطلق قرار دینا چاہیے اور اپنے تمام اعمال کی قدر و قیمت کو اسی معیار پر پرکھنا چاہیے۔ خوب وہ ہے جو شخصیت کے احساس کو بیدار رکھے اور ناخوب وہ ہے جو شخصیت کو دبائے اور بالآخر اسے ختم کر دینے کی طرف مائل ہو۔۔۔ شخصیت کی بقا ہمارے اپنے اختیار میں ہے اس کے حصول کے لیے جدوجہد ضروری ہے''۔16

اس اقتباس سے اقبال کی نفسیات شناسی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ افراد، اقوام کی ترقی اور خوشحالی بھی اسی میں پنہاں ہے۔ مجھے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں بیان کردہ علامہ کی ''تخلیق'' اور ''امر'' Creation and Directive Energy کے تصور کا خیال آیا۔ ڈاکٹر ایم۔ ایچ قاضی لکھتے ہیں:

“Creation is an act in which a final product assembled from various elements ,appears in the complete appreciated form .Yet the process involved in teh act of creation must receive a putsch from source of energy .This is what Iqbal recognizes an Directive Energy.17.”

اس ''تخلیق'' اور ''امر'' کے مابین یقین اور عشق کی قوت انسان یا فرد کو بے راہ روی سے بچا لیتی ہے۔ نفسیات کے حوالے سے فرد اپنے ارد گرد پھیلی حقیقتوں کو پہلے Absorb کرتا ہے پھر اسے Reflect کرتا ہے اور آخر کار Transformation وجود میں آتی ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ My thoughts creates my world یہ Absorb کرنے کا عمل اگر منفی رجحانات پر مبنی ہو تو فرد ہو یا قوم زوال کا شکار ہونے لگتے ہیں کیونکہ جو ہم Absorb کرتے ہیں وہی Reflect کرتے ہیں مگر ایک فرد اور قوم کی حیثیت سے کامیابی کا راز Reflection میں نہیں Transformation میں پنہاں ہے۔

ہم نے جو Reflect کیا ہے اسے Transform کرنا ہے خواہ وہ دوسروں کی جانب سے آنے والے اثرات ہی ہوں۔ اگر شکستہ حالی اور پسماندگی سے آزادی مطلوب ہے تو اپنی سوچ کو اس قابل بنانا ہوگا کہ وہ منفی امور کو مثبت شکل میں Transform کر سکے۔ علامہ بھی یہی کہتے ہیں:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِ آدم ہے ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی
آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی18

نوا پیدا کر اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا19

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی کوشش سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا20

Transformation کی اسی طاقت سے انسان اپنے حال اور مستقبل سے خوفزدہ یا ناامید نہیں ہوتا کیوں کہ وہ یقین اور عشق کی بدولت انھیں بولنے کی قوت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے، علامہ کہتے ہیں:

کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیر مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الٰہی 21

علامہ کا اپنی شاعری سے دیا گیا یہی یقین فرد کو عام سطح سے بلند ہو کر اعلیٰ و ارفع مقام کے حصول کا خواہاں بناتا ہے اور وہ زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اس سفر میں درپیش نشیب و فراز اور مشکلات و مسائل اُسے مزید پختگی اور استقلال عطا کرتے ہیں وہ اس حقیقت کو جانتا ہے جسے علامہ نے Stray Reflection میں یوں بیان کیا ہے۔

It is determination, not brains, that succeed in life .22.

اور یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ انسان اُسے کامیابی سے ہم کنار کرنے کے ساتھ ساتھ اوجِ کمال تک لے جاتا ہے۔ اسی لیے جدید دور میں علم نفسیات کے حوالے سے زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے جو اصول بتائے جاتے ہیں ان میں یہ کہا گیا ہے کہ Treat yourself like someone you're

responsible for helping۔ گویا انسان جب اپنی ذات کے حوالے سے اتنا سوچتا اور غور و فکر کرنا شروع کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر اپنے آپ کو اہمیت دیتا ہے تو اپنے وجود کے ہر برے اور اچھے پہلو کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے تراشنے اور نکھارنے کے عمل سے بھی گزرا ہے۔ اسی تراش اور نکھار کی بات علامہ بھی کرتے ہیں، کہتے ہمیں:

جہاں خودی کا بھی ہے صاحب فراز و نشیب
یہاں بھی معرکہ آرا ہے خوب سے ناخوب
نمود جس کی فراز خودی سے ہو وہ جمیل
جو وہ نشیب میں پیدا قبیح و نا محبوب 23

علم نفسیات کی رُو سے نفسیات دان یہ کہتے ہیں کہ اگر انسان اپنے آپ کو نکھارنا چاہتا ہے یا اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کو مٹانا چاہتا ہے تو اُسے اپنے ماضی سے سبق سیکھنا چاہیے بجائے اس کے کہ اپنے آپ وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے تقابل کرے اُسے اپنی ہی ذات سے جڑے ماضی سے سیکھنا چاہیے اور اُن غلطیوں کو دہرانے سے بچنا چاہیے:

"Compare yourself to who your were yesterday and not some one else today. Comparing yourself to others damage your sense of self while working to improve on your past self will fulfill you.

علامہ اپنے کلام میں ماضی کی طرف بار بار رجوع کرتے ہیں کبھی اس کے عروج اور کبھی زوال کی کہانی کہتے ہیں مگر بڑے منطقی انداز میں عروج و زوال کی داستان کہنے کے ساتھ ساتھ ایسی امید اور ایسے مقصد کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں جس سے ماضی کا تار تار پیراہن، نئے تانے بانے کے ذریعے، سنوارتا نظر آتا ہے۔ انھیں وقت کے افسوس ہوتا ہے کہ متاعِ کارواں لٹ گیا اور کارواں کے دل سے احساس زیاں بھی جاتا رہا۔ بڑے پر امید انداز میں یہ کہتے نظر آتے ہیں:

کیفیت باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں
ہے جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر
خاک میں تجھ کو مقدر نے ملایا ہے اگر
تو عصا اُفتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر
ہاں اسی شاخ کہن پر پھر بلالے آشیاں
اہل گلشن کو شہید نغمہ مستانہ کر 24

علم نفسیات انسان کو زندگی کے مقاصد میں کامیابی کے اصول بتاتا ہے اس میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ

"Find fulfilment by remedying your own faults and improving yourself daily".

علامہ کے کلام میں تو جا بجا ہمیں اس کا سبق ملتا ہے وہ اپنے قاری کو اپنے وجود کے ادراک کے لیے اسی عمل ہی کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ جو انسان اپنے وجود کی کوتاہیوں کو جان لیتا ہے وہ انھیں سنوارنے لگتا ہے لیکن جو اپنے اندر کی ان خامیوں سے واقف ہی نہ ہو وہ کیسے اُن کو دور کر پائے گا۔ اسی عمل، نتیجے میں سمتوں کا تعین ہوتا ہے اور انسان صحیح سمت میں سفر کا آغاز کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ علامہ نے کہا ہے:

"Human intellect is nature's attempt at self-criticism".25

یہی تنقید ذات ہے جو انسان کو کامیابی سے ہم کنار کرتی ہے اُسے وہ زندگی عطا کرتی ہے جو لافانی اور لازوال ہوتی ہے۔ علامہ لکھتے ہیں:

"ہوا گر کود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے تو موت سے بھی مر نہ سکے 26

علامہ ایک ماہر نفسیات دان کی طرح اپنی شاعری میں انسان کو علم نفس اور اس کے تدریجی ارتقاء کے مراحل کے حوالے سے عوامل اور حقائق سے روشناس کراتے ہیں ان کی بنیاد قرآنی تعلیمات ہیں۔

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ علامہ نے ایک نفسیات شناس کی طرح فرد ہو یا قوم دونوں حوالوں سے امراض کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے اسباب واثرات کو بیان کا،ایک پر یقین معالج کی طرح اس حوالے سے مستقبل کے بارے میں پیشنگوئی کرتے ہوئے انقلابی نتائج کی راہ ہموار کی۔ علامہ کو ہم سے بچھڑ ناپڑا لیکن 1947ء میں اُن کے بیان کردہ نتائج کو عملی صورت ملی۔ ہندوستان میں خاص طور پر مسلم قوم کی بیداری اور آزادی اس کی واضح دلیل ہے۔ یہ اور بات کہ بحیثیت قوم اور ایک فرد کے آزاد ہوتے ہوئے بھی ہم اپنی حقیقت سے بیگانہ آئندہ نسلوں کو اقبال کا یہ پیغام ہی دے سکتے ہیں کہ:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون
علاج آتش رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں 27

یوں علامہ کی نفسیات شناسی بھی ان کی دیگر فکری جہات کی مانند اسلامی تعلیمات سے نور فیض حاصل کرتی ہے اور اس مکمل ضابطہ حیات کو انسان کی مادی، روحانی اور نفسیاتی سطحوں پر غالب دیکھنا چاہتی ہے۔

حوالہ جات

1- محمد اقبال، ڈاکٹر Stray Reflections، لاہور اقبال اکیڈمی، 2012ء، ص 124
2- ولیم جیمز، اصول نفسیات، جلد اول، مترجم؛ مولوی احسان احمد، دکن: جامعہ عثمانیہ، 1937ء، ص 1
3- رئیس امروہوی، لے سانس بھی آہستہ، جہلم: بک کارنر، 2013ء، ص
4- محمد اقبال، کلیات اقبال، لاہور: اقبال اکیڈمی، 1994 ص 713
5- ولیم جیمز، واردات نفسیات روحانی، مترجم؛ خلیفہ عبدالحکیم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ص 391
6- ایضاً، ص 53
7- محمد اقبال، Stray Reflections، لاہور: اقبال اکادمی، 2012ء، ص 157
8- بحوالہ ایم۔ ڈی تاثیر، Taseer on Iqbal، لاہور: اقبال اکادمی، 2010ء، ص 49
9- محمد اقبال، کلیات اقبال، لاہور: ص 269
10- ایضاً، ص 217
11- ایضاً، ص 167
12- ایضاً، ص 571
13- ایضاً، ص 367
14- ایضاً، ص 249
15- ایضاً، ص 292
16- محمد اقبال، شذرات فکر اقبال۔ مرتبہ: جاوید اقبال، مترجمہ: افتخار احمد صدیقی۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، 1972ء، ص 77
17- ایم۔ ایچ قاضی، ڈاکٹر، Iqbal on Inner Religious Experience، لاہور: اقبال اکادمی، 2008ء، ص 178-177

18- محمد اقبال، کلیات اقبال، ص287، 88-
19- ایضاً، ص299
20- ایضاً، ص362
21- ایضاً، ص370
22. محمد اقبال۔ sstray reflection .ص101
23- محمد اقبال۔ کلیات اقبال۔، ص593
24- ایضاً، ص218
25. محمد اقبال۔ stray reflections۔ص17
26- محمد اقبال۔ کلیات اقبال۔ 543
27- ایضاً، ص364